رسول اکرمؐ صفاتِ باری تعالیٰ کے مظہرِ اتم ،نورِ مجسّم ، مُجدّدِ اعظم ،معلّم اعظم اورانسانیت کے محسنِ اعظم ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰؍مارچ ۱۹۷۰ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اس وعدہ کے مطابق کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا ہوگا امّتِ محمدیہ میں کروڑوں اربوں ایسے فدائی اور جاں نثار اور کامل متّبع پیدا ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق حقیقتِ محمدیہ کی معرفت عطا کی گئی تھی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کے طفیل ہم نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم تجلّیاتِ روحانی مشاہدہ کیں اور ہماری جماعت بھی ان خادموں اور غلاموں میں سے ہے جن پر حقیقتِ محمدیہ منکشف ہوئی اور جنہیں مقامِ محمدؐ کی معرفت عطا کی گئی اور وہ علیٰ وجہ البصیرت ان باتوں پر قائم ہیں اوّل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ باری تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں۔ ہر نبی جو دنیا کی طرف مبعوث ہوا اور ہر وہ بزرگ متبع جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور جلال کو قائم کیا وہ اپنے اپنے ظرف کے مطابق مظہر صفات باری بنا لیکن وہ ایک ہی تھے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنہوں نے پورے طور پر اپنے وجود میں ان صفاتِ باری کو جذب کیا اور پھر اپنے وجود سے انہیں ظاہر کیا یعنی جن صفات کا تعلق اس عالمین سے ہے آپ ان کا مظہر بنے۔ ہمارے نزدیک یہی ایک وجود ہے جسے حقیقی اور کامل عرفان شیون باری عطا ہوا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اتم ٹھہرے اور پھر اس

مقامِ محمدیت سے فیوض کی جو مختلف نہریں نکلتی ہیں۔ اس نورِ مجسم سے نور کے جو مختلف ستون روحانی آسمانوں کی بلندیوں کی طرف اٹھتے ہیں ان کے ہی مختلف جلوے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی ذات میں نظر آتے ہیں اور چونکہ آپ صفاتِ باری کے مظہرِ اتم تھے اس لئے ایک طرف اللہ تعالیٰ سے آپ کا پختہ تعلق تھا اور دوسری طرف آپ کا جو تعلق اس کے بندوں سے، بنی نوع انسان سے تھا وہ بھی اتنا پختہ اور اتنا وسیع تھا اور اتنا عمیق تھا کہ ہمیں کوئی انسان اس میں آپ کا مقابلہ کرتا نظر نہیں آتا۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور غم خواری ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح ہمیں آپ کی ذات میں نظر آتی ہے آپ نے صرف ان پر ہی نگاہ نہیں رکھی جو آپ کے گرد آپ کے زمانہ میں رہتے تھے، جو پروانوں کی طرح آپ کے نور کے ساتھ لپٹے رہتے اور آپ کی محبت میں آپ کے وجود کی چمک دیکھ کر آپ کے اس روحانی وجود کے گرد طواف کرتے رہتے تھے صرف ان پر ہی نگاہ نہیں رکھی اور ان کی ضرورتوں ہی کو نہیں سمجھا اور صرف ان کو ہی پورا کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر اتم اس وقت سے بنا دیا تھا کہ ابھی آدم اس دنیا میں وجود پذیر نہیں ہوا تھا اور اس وقت سے لے کر قیامت تک جتنے بھی انسان پیدا ہوئے ان سب پر آپ کی نگاہِ کرم تھی اور ان کی ضرورت کے مطابق آپ کا احسان ان لوگوں پر تھا۔ حضرت آدمؑ کے زمانہ میں اس وقت کی انسانی صلاحیت کے مطابق قرآنِ عظیم کا ایک حصہ انہیں عطا ہوا اور جب انسان نے روحانی ترقی کے مزید مدارج طے کر لئے تو حضرت نوحؑ کے زمانہ میں ان کے زمانے کے مطابق اور حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں ان کی ضرورت کے مطابق اور حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ان کی قوم کی اس زمانے کی صلاحیت کے مطابق انہیں قرآنِ کریم کے حصے ملے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی آنکھ نے ان کے لئے جس چیز کی ضرورت محسوس کی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے حکم سے وہی چیز ان کو عطا کر دی۔ آپ کی یہ مظہریت اتنی اتم اور اکمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں آپ کے وجود کو ظلّی طور پر اپنا وجود ہی قرار دیا اور فرمایا:- قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:۸۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے

فرمایا ہے کہ جَآءَ الۡحَقُّ میں اَلۡحَقُّ سے مراد خدا تعالیٰ کی ذات بھی ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بھی ہے اور قرآن کریم کی شریعت و ہدایت بھی ہے۔

پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ باری کے مظہر اتم ہونے کے نتیجہ میں ہر پہلے اور پچھلے پر نظر رکھتے ہیں اور ان کی جسمانی اور روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور قرآن کے وہ حصے ان کو باذنِ الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملتے رہے جو ان کے مناسب حال تھے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کس عظیم شان کے تھے ہمارے محمد خاتم النبییّن صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ لوگ جنہیں حقیقتِ محمدیہ کا عرفان عطا ہوا جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسے انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاودانی حیات ملی ہے۔ ایک زندہ نبی، خدا کا پیارا نبی صرف ہمارا یہ نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر ہی ہے جسے دنیا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جانتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جاودانی زندگی کا ہمیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس پاک ختم المرسلین کا افاضۂ روحانی قیامت تک جاری ہے اور آپ کی پیروی ہمیشہ ہی ہر زمانے میں اور ہر نسل کیلئے روحانی طور پر زندگی بخش ثابت رہی ہے اور ہوتی رہے گی اگر کسی کو کچھ شبہ ہو تو آج ہم (جماعت احمدیہ) اس کی تسلی کرانے کے لئے تیار ہیں کہ حقیقی روحانی حیات کے مالک حضرت محمد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ حقیقی زندگی اور سچی زندگی اور ہمیشہ رہنے والی کامل زندگی وہ ہے جس سے ہمیشہ کے لئے فیوض کے سرچشمے پھوٹتے رہیں اور وہ تمام انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہو۔

پھر ہم جنہیں مقامِ محمدیہ کی معرفت ملی ہے ہم جانتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم نور کی حیثیت سے دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا (النساء: ۱۷۵) اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۶ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ (النور: ۳۶) میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور

کی مثال دی گئی ہے یعنی ایک تفسیر اس کی یہ ہے کہ ’’اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ‘‘ کا تو اللہ کے ساتھ تعلق ہے اور ’’مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ‘‘ سے جس کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اتم ہے یعنی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ ایک طرف تو اپنی پیدائش اور خلق کے لحاظ سے ان قوتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا ہوئی تھیں آپ نورِ مجسم تھے اور اس نور مجسم پر جب آسمانوں سے اللہ تعالیٰ (جو سرچشمہ ہے تمام انوار کا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار بھی اسی سرچشمہ سے نکلتے ہیں) کی وحی نازل ہوئی تو آپ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٌ ہو گئے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خداداد نور تھے جو روحانی قوتوں اور استعدادوں کی شکل میں آپ کو عطا ہوئے تھے ان پر جب اللہ تعالیٰ کی وحی کا نور نازل ہوا تو کامل نور کی صورت آپ بنی آدم کی طرف مبعوث ہوئے اور آدمؑ سے لے کر ہر نبی نے آپ ہی کے نورِ نبوت سے اپنی شمعِ نبوت روشن کی۔

پھر ہم لوگ جو حقیقتِ محمدیہ کو پہچانتے ہیں جانتے ہیں کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام اخلاقِ فاضلہ کو اپنے وجود اور اسوہ میں جمع کرنے والے تھے جس کی جھلک ہمیں گزشتہ تمام انبیاء میں مختلف طور پر نظر آتی ہے۔ پس انبیائے ماسبق اور خدا تعالیٰ کے وہ پیارے جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے ان سب کے اندر ہمیں اخلاقِ فاضلہ کی جو جھلک نظر آتی ہے جو متفرق طور پر آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک بنی نوع انسان میں پھیلی ہوئی ہے وہ تمام اخلاق ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع نظر آتے ہیں۔ اسی لئے قرآنِ کریم نے یہ فرمایا: ’’اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ‘‘ (القلم: ۵) پھر ہم جو اس علم پر علیٰ وجہ البصیرت قائم کئے گئے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین ہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں اور دنیا میں اس کی منادی کرتے ہیں کہ **حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجددِ اعظم ہیں** جس کے معنے یہ ہیں کہ اظہار صداقت کے لئے آپ جیسا کوئی اور مجدد پیدا نہیں ہوا۔ سچائی کے اظہار کے لئے گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لانے کے لئے آپؐ ہی سب سے بڑے مجدد ہیں۔ روحانیت کے قیام کے لئے حقیقتاً آپ ہی آدم ہیں کیونکہ آدمِ اول نے آپ ہی سے

سچائی کو حاصل کیا اور آپ ہی کے طفیل اس سچائی اور صداقت کو وقت کے تقاضے اور پہلی نسل کی صلاحیت کے مطابق دنیا پر ظاہر کیا لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو مجدد اعظم ہیں آپ کے طفیل تمام انسانی فضائل اپنے کمال کو پہنچے۔ پہلے کسی وجود میں یہ چیز ہمیں نظر نہیں آتی۔ اس میں شک نہیں کہ انسان نے بعض پہلوؤں سے ترقی کی اور ایک حد تک کمال کو حاصل کیا لیکن یہ کہ ہر انسان اپنے تمام فضائل کو اپنے دائرہ استعداد کے اندر کمال تک پہنچانے کے قابل ہو سکے یہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہوا۔ آپ دنیا میں آئے اور اپنا کامل نمونہ دنیا میں پیش کیا اور ایک کامل تعلیم انسان کے ہاتھ میں دی جس کے نتیجہ میں انسانی فضائل اپنے کمال کو پہنچ سکنے کے قابل ہوئے۔ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی تقاضے رکھے ہیں یا انسانی وجود کی جس قدر بھی شاخیں ہیں ان تمام کے لئے یہ سامان پیدا ہو گیا کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ سکے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ **معلّمِ اعظم** بھی حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ”وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا“ (النسآء : ۱۱۴) وہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں عطا ہوا ہے جو تم بحیثیت ایک بشر کے اپنے زور سے خود بخود حاصل نہیں کر سکتے تھے اور فضل الٰہی سے فیضان الٰہی سب سے زیادہ آپ پر ہوا جس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت جس کو ہم معارفِ الٰہیہ بھی کہتے ہیں اور اسرار اور علومِ ربّانی جو ہیں ان کے جاننے میں آپ اعلم تھے یعنی آپ سے زیادہ ان کا عرفان رکھنے والا کوئی بھی نہیں ہوا اور جو زیادہ جانتا ہے جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہے وہی سب سے زیادہ سکھا بھی سکتا ہے اگر آپ علم کی سو اکائیاں فرض کریں تو جس شخص کو پچاس اکائی کا علم ہے وہ ساٹھ اکائی نہیں سکھا سکتا۔ سو کی سَو اکائی وہی سکھا سکتا ہے جو خود سو اکائی کا علم رکھتا ہو۔ پس عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (النساء : ۱۱۴) میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو یہ بتایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علم کے میدان میں (علم روحانی لیکن علم جسمانی کے اصول بھی اسی علم روحانی کے نیچے آتے ہیں) جتنا فضل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اتنا کسی اور پر نہیں ہوا۔ جس قدر انسان کو علم روحانی کی ضرورت تھی وہ سب آپ کو سکھایا گیا اور آپ کے طفیل نوعِ انسانی اس قابل ہوئی

کہ اگر وہ کوشش اور ہمت سے کام لے تو اپنے اپنے ظرف کے مطابق اپنی علمی استعدادوں کو کمال تک پہنچا سکتی ہے۔

پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم الانبیاء ہیں وہی معلم اعظم ہیں اور کوئی نہیں ہوسکتا اور خاتم الانبیاء کے یہ بھی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا جو علم آپ کو ملا کسی اور نبی کو نہیں ملا اور بنی نوع انسان کو علوم سکھانے کی جو قدرت آپ نے پائی وہ قدرت بھی کسی اور نہیں ملی۔ پس آپ ہی خاتم الانبیاء ٹھہرے۔

پھر ہم لوگ یہ جانتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے مربی اعظم ہیں آپ کے ہاتھ سے دنیا کا وہ فسادِ عظیم اصلاح پذیر ہوا جو آہستہ آہستہ مدارج تنزل میں سے گزر کر انتہائی طور پر بھیانک اور مفسدانہ ظلمات کی شکل میں انسان کے سامنے اس وقت آیا جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اس فسادِ اعظم کی اصلاح کا کام آپ کے سپرد ہوا اور آپ نے نہایت کامیابی کے ساتھ دنیا کی اصلاح کی اور انسان کو اس قابل بنایا کہ اگر وہ چاہے تو اس فسادِ عظیم سے جو دنیا میں رونما ہو چکا ہوا تھا ان وسائل کے طفیل جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ میں دیئے ہیں بچ سکے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی مغفرت کی چادر میں اپنے آپ کو لپیٹ لے۔

انسان توحید کو بھول چکا تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کو زمین پر قائم کیا۔ آپ نے تمام مذاہبِ باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کیا۔ وہ جو گمراہ ہو چکے تھے ان کے شبہات مٹائے عقلی طور پر بھی اور مشاہدہ کے رنگ میں بھی اور ہر ملحد کے وساوس دور کئے اور نجات کا سچا سامان اس طرح پر انسان کے ہاتھ میں دیا کہ اصولِ حقّہ (جو حقیقی اصول تھے روحانی اور جسمانی ان) کی اسے تعلیم دے دی اور اس طرح انسان کے لئے نجات کے سامان ممکن اور مقدر کر دیئے۔

ہم جو حقیقتِ محمدیہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور اس بات پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہیں کہ آپ ہی ختم المرسلین اور خاتم الانبیاء ہیں۔ ہم اپنے نفوس میں بھی یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ دنیا بھی اس بات کو سمجھنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر

چلنا انسان کو خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دیتا ہے۔

نقشِ قدم پر چلنے میں تین باتیں آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ کے حسن کو جاننا جس کے نتیجہ میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ پس نقشِ قدم پر چلنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے حسن کا علم حاصل کر کے بے اختیار ہو کر آپ کی محبت میں کھو جانا۔ دوئم یہ کہ آپ کی عظمت کو پہچاننا۔ ’’قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِل ‘‘ایک عظیم نعرہ تھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آپ کے مظہر الوہیت ہونے کا لگایا گیا۔ جو عظمت اور جلال ہمیں اللہ تعالیٰ میں (جو کہ تمام صفات حسنہ سے متصف اور ہر عیب سے پاک ہے) نظر آتا ہے۔ وہ عظمت اور جلال ظلّی طور پر ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر آتا ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کے ظلّیت میں حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عظمت اور جلال حاصل ہوا اس کی قدر کرنا اور اس کو پہچاننا آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کیلئے ضروری ہے تا کہ ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق روحانی ترقیات کرتا ہوا اپنے رب کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرے اور اس کی صفات کا زیادہ سے زیادہ مظہر بن سکے۔

نقشِ قدم پر چلنے کے لئے تیسری ضروری بات یہ ہے کہ آپ کی کامل اطاعت کی جائے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور آپ کی عظمت اور جلال اور آپ کے مقام کو پہچانتا ہے اور اس عشق کے نتیجہ میں اور اس عظمت کے رعب کے سایہ میں آپ کی کامل اطاعت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور اسے ہر وہ چیز مل جاتی ہے جو ایک محبوب کو محبت کرنے والے پیارے سے ملا کرتی ہے چونکہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی ہے اس لئے جو خدا تعالیٰ کا محبوب بن گیا اسے تو سب کچھ مل گیا۔ **فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک**

پھر ہم جو حقیقت محمدیہ کا عرفان رکھتے ہیں ہم یہ جانتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت میں کہ آپ انسانیت کے محسنِ اعظم ہیں یکتا اور بے نظیر ہیں۔ آپ کی محسنانہ ہمدردی اور مشفقانہ غم خواری کا کسی ایک فرد یا ایک قبیلہ یا ایک خاندان سے تعلق نہیں بلکہ ساری دنیا سے اس کا تعلق ہے پھر کسی ایک زمانہ سے اس کا تعلق نہیں قیامت تک کے زمانوں سے اس کا تعلق ہے۔ ایسی سچی کامل اور ہمہ گیر ہمدردی کسی اور وجود میں تو ہمیں نظر نہیں

آتی ویسی ہمدردی تو کجا، میں تو سمجھتا ہوں اس کا ہزارواں حصہ بھی اس کا کروڑواں حصہ بھی ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتا اور اگر کسی شخص کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی ثابت ہو تو ہم گواہی دیتے ہیں اور اس حقیقت کی دنیا میں منادی کرتے ہیں کہ اس صفت میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں اور تمام انسانوں سے بڑھ کر بے نظیر انسان ہیں اور بھی بہت سی باتیں ہیں مگر اس وقت میں نے صرف بعض کو لیا ہے اور جماعت کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے (میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اس بات کو سمجھ گئے ہوں گے) کہ مقام محمدیہ کی جو معرفت ہمیں حاصل ہے آج وہ ہمارے غیر کو حاصل نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک کروڑوں اربوں لوگ ایسے پیدا ہوئے جنہیں اپنے اپنے ظرف کے مطابق یہ معرفت ملی۔ ہم نے اس عرفان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور پہلوں کی طرح جنہیں یہ عرفان اور معرفت عطا ہوئی تھی حقیقی معنی اور عارفانہ رنگ میں آج اگر کوئی ’’خاتم الانبیاء زندہ باد‘‘ کا نعرہ لگا سکتا ہے تو وہ ہم ہیں۔ ہم جب

خاتم الانبیاء زندہ باد

ختم المرسلین زندہ باد

کا نعرہ لگاتے ہیں تو ہمارا یہ نعرۂ عارفانہ نعرہ ہے۔ ہم اس حقیقت کو پہچانتے ہیں اور ہمارے دل کی گہرائی ہماری روح کی وسعتوں اور ہمارے جسم کے ذرّہ ذرّہ سے یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ

خاتم الانبیاء زندہ باد

ختم المرسلین زندہ باد

لیکن بعض وہ بھی ہو سکتے ہیں جنہوں نے تاریخ کی دوریوں اور ماضی کے دھندلکوں میں افق انسانی پر دور سے ایک چمک تو دیکھی اور اس چمک سے وہ ایک حد تک گھائل بھی ہوئے لیکن ابرِ رحمت ان پر نہیں برسا۔ ماضی کے دھندلکوں میں وہ جو ایک چمک انہیں نظر آئی۔ اس پر فریفتہ ہو کر اور اس کے عاشق ہو کر وہ بھی خاتم الانبیاء زندہ باد کا نعرہ لگا لیتے ہیں لیکن ان کا نعرہ عارفانہ نعرہ

نہیں ہے بلکہ محجوبانہ نعرہ ہے وہ اس مقام کو پہچانتے تو نہیں صرف ایک جھلک کے وہ گھائل ہو چکے ہیں اور ہم خوش ہیں کہ وہ پاک وجود جو ہمارے دل اور ہمارے دماغ اور ہماری روح اور ہمارے جسم پر حکومت کرتا ہے۔اس کے حق میں محجوبانہ نعرے بھی لگائے جاتے ہیں لیکن جب

ختم نبوت زندہ باد

کا نعرہ بلند ہوتو ایک احمدی کی روح گہرائیوں سے نکلنے والا عارفانہ نعرہ ہی سب سے زیادہ بلند ہونا چاہئے۔

پس آج میں آپ کو اس طرف متوجہ کر رہا ہوں کہ ’’خاتم الانبیاء زندہ باد‘‘ بحیثیت ایک عارفانہ نعرہ کے ہمارا نعرہ ہے اور علم وعرفان نہ رکھنے والوں کے منہ سے نکلے تو وہ محجوبانہ نعرہ ہے البتہ یہ محجوبانہ نعرہ سن کر بھی ہمارے دل خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے محبوب کے نور کی ایک جھلک کو تو انہوں نے دیکھ لیا خواہ ماضی کے دھندلکوں ہی میں کیوں نہ دیکھا ہو۔ پس اگر کہیں یہ نعرہ بلند ہوتو آپ زیادہ شوق سے زیادہ پیار سے اس کے اندر شامل ہوا کریں۔ دوسروں کی آواز اگر پہلے آسمان تک پہنچتی ہو تو آپ کی آواز ساتویں آسمان سے بھی بلند ہو کر خدائے عزّ وجل کے عرش تک پہنچے تا ہمارے آقا ہمارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں کہ میرے کامل متبعین میرے عشق میں مستانہ وار یہ نعرہ لگا رہے ہیں۔

خاتم الانبیاء زندہ باد

دوسرا نعرہ جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہم نے پایا ہے وہ بھی ہم نے ہی پایا ہے۔کوئی اور وہ نعرہ بھی عارفانہ نعرہ کے طور پر نہیں لگا سکتا۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ’’خاتم الانبیاء‘‘ کی حیثیت سے دنیا کے محسن اعظم ہیں اور اس میں کوئی شک اور کلام نہیں۔ میں اسکی وضاحت میں اختصار سے صرف چار باتوں کو لونگا۔ اوّل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسان پر جو احسان عظیم ہوا وہ شرفِ انسانی کا قیام ہے پہلے بزرگ انبیاء نے شرفِ انسانی کو قائم نہیں کیا انہوں نے اپنی قوم کی ضرورتیں پوری کیں۔ ان کی تربیت کی طرف بڑی توجہ دی دعاؤں کے ساتھ جس حد تک ممکن تھا انہوں نے اپنی قوم کی تربیت کی اور ان کو نیک اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق مطہّر بنانے کی کوشش کی اس میں تو شک نہیں لیکن شرف انسانی کا قیام

ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ وہ تو مبعوث ہی ہوئے تھے ایک خاص زمانہ اور ایک خاص قوم کی طرف۔ شرفِ انسانی کا قیام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر خاص احسان ہے اور صرف آپ سے تعلق رکھتا ہے۔ معلوم دنیا اور غیر معلوم خطوں میں بسنے والے ہر فرد کی عزت اور شرف کو آپ نے قائم کیا۔ دنیا میں اس وقت بعض ایسے خطے بھی تھے جن کے متعلق عرب میں بسنے والوں کو کوئی علم نہیں تھا۔ مثلاً Red Indians (ریڈ انڈین) جو دنیا کے اس خطے میں جو اب امریکہ کہلاتا ہے بستے تھے مگر بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت آپ کے پہلے مخاطب عرب میں بسنے والوں کو ان کا علم نہ تھا۔ حضرت نبی کریم خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نامعلوم خطۂ زمین میں بسنے والے انسان کی عزت اور احترام اور اس کا شرف بھی قائم کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ کسی ایسے انسان کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچانی جو عرب میں بستا ہو یا حبشہ میں بستا ہو یا افریقہ میں بستا ہو بلکہ یہ فرمایا کہ انسان جہاں بھی بستا ہو تمہیں اس کا علم ہو یا نہ ہو اس کے جذبات کو ٹھیس نہیں لگانی۔

جس وقت ہمارا تعلق ان قوموں سے قائم ہوا جن کا علم اس زمانہ کو نہیں تھا تو ہم ایک مسلمان احمدی کی حیثیت سے (اور ہم سے پہلے بزرگ جو تھے وہ بھی ایک کامل متبع کی حیثیت سے اور ہم بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبع کی حیثیت سے) ان کو جا کر یہ کہتے ہیں اور ایسا کہنے میں حق بجانب ہیں کہ تمہارا خیال کسی اور نے نہیں رکھا لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا خیال رکھا اور باوجود اس کے کہ اس وقت دنیا تمہارے وجود کو بھی نہیں جانتی تھی تمہارے متعلق یہ حکم چھوڑ گئے کہ جب تم بحیثیت انسان ہمارے ساتھ ملاپ کرو تو تمہاری بھی وہی عزت اور احترام کیا جائے۔ جو ہم آپس میں اپنے ملک کے رہنے والوں یا اپنے برّ اعظم کے رہنے والوں سے کرتے ہیں۔ وہی عزت اور احترام ہم تمہارا بھی قائم کریں گے۔

میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ ”اِنَّمَآ اَنَابَشَرٌ مِّثْلُکُمْ“ (حٰمٓ السجدۃ : ۷) کا ایک عظیم نعرہ تھا جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن عظیم میں لگایا گیا۔ جس نے تمام انسانوں کو بحیثیت انسان ایک مقام پر لا کھڑا کر دیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا تو کوئی اور وجود نہ پہلوں میں پیدا ہوا اور نہ آئندہ پیدا ہوگا۔ آپ کے منہ سے یہ کہلوایا کہ میں تمہارے جیسا انسان اور تم میرے جیسے انسان ہو۔ اس سے انسان کی اتنی عزت اور احترام قائم ہوگیا کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے، سب انسانوں کو اس مقام پر کھڑا کر کے پھر آپ نے کہا دیکھو! میں تمہارے جیسا انسان ہوں، میرے اندر بھی تمہارے جیسی قوتیں اور استعدادیں ہیں آؤ اب دیکھو میں اخلاقی دنیا میں، روحانی دنیا میں کس طرح بلندیاں اور رفعتیں حاصل کرتا ہوں میں تو اپنے ظرف کے مطابق اونچا جاؤں گا تم بھی اپنے ظرف کے مطابق بلندیوں کو حاصل کر سکتے ہو۔ اس لکیر پر جہاں سب برابر کر دیئے گئے ٹھہرنا نہیں بلکہ بلندیوں کی طرف پرواز کرنی ہے لیکن اس مقام پر اس سطح پر سب کو یہ کہہ کر اکٹھا کر دیا۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (حٰمٓ السجدة: ۷) پس انسانیت پر سب سے بڑا جو احسان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی بحیثیت انسان عزت قائم کی اور اسکا احترام قائم کیا اور اس کا شرف اور مرتبہ قائم کیا۔

دوسرا عظیم احسان جو انسان پر بحیثیت انسان ہمارے محبوب خاتم الانبیاء نے کیا وہ یہ تھا کہ انسان کے حقوق قائم کئے اور ایسے سامان پیدا کئے اور ایسی تعلیم دی کہ اگر ہم اس تعلیم پر چلیں تو سارے انسانوں کے حقوق انہیں مل جاتے ہیں (اس تفصیل میں تو میں اس وقت نہیں جاؤنگا۔ اقتصادی اصول پر میرے خطبات چھپ گئے ہیں ان میں مَیں وضاحت سے بیان کر چکا ہوں کہ) حقوق انسانی کی جو تعریف قرآن عظیم نے کی ہے وہ انسانی عقل کر ہی نہیں سکتی وہ صرف ربّانی الہام ہی کر سکتا ہے۔

اس وقت وہ جو انسان کے سب سے بڑے ہمدرد بنتے ہیں وہ اشتراکی ہیں لیکن ان سے بھی جب پوچھا جائے کہ تم کہتے تو یہ ہو کہ اقتصادی میدان میں انسان کو اس کی ضرورتیں ملنی چاہئیں۔ پھر تم نے ضرورتوں کی تعریف کیوں نہیں کی؟ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چین میں ضرورت سے کچھ اور مراد لی جاتی ہے اور یوگوسلاویہ میں ضرورت سے کچھ اور مراد لی جاتی ہے۔ اور روسیوں کے نزدیک روس میں انسانی Needs (نیڈز) ضروریات کچھ اور ہیں اور ان علاقوں میں جہاں روسیوں کا اثر و رسوخ ہے یعنی جو ان کے Satellites (سٹیلائٹس) کہلاتے ہیں۔ ان میں انسانی Needs (نیڈز) ضروریات کچھ اور بن گئی ہیں۔

غرض یہ کہہ دینا تو کافی نہیں تھا کہ "To each according to his needs" یعنی یہ کہ ہر ایک کی ضرورت پوری ہونی چاہئے اور پھر انسان خاموشی اختیار کر لے۔ گویا کہ پتہ ہی نہیں کہ ضرورت ہے کیا چیز۔

قرآن کریم نے حقوق انسانی کی اتنی حسین تعریف کی ہے کہ اس کے حسن سے انسانی عقل خیرہ ہو جاتی ہے اور آدمی یہ سمجھتا ہے کہ کہاں جا کر انسانی عقل ٹھہر جاتی ہے اور آگے بڑھنے کے لئے الہامی روشنی کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ رب العالمین ہے اللہ نے ہر فردِ واحد کو پیدا کیا اور اس میں تمہیں جتنی قوتیں اور قابلیتیں اور استعدادیں نظر آتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں اور اس نے بحیثیت رب ہونے کے ان تمام قوتوں اور استعدادوں کی نشوونما کے سامان پیدا کئے ہیں۔ کم سے کم نشوونما نہیں بلکہ نشوونما کے کمال تک پہنچانے کے سامان پیدا کئے ہیں اور ہر شخص جو قوت اور استعداد رکھتا ہے۔ اس قوت اور استعداد کو نشوونما کے کمال تک پہنچانے کے لئے جس چیز کی بھی اسے ضرورت ہے وہ اس کا حق ہے اور وہ اسے ملنا چاہئے۔ اگر وہ حق اسے نہیں ملتا تو وہ مظلوم ہے اور اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ اسے اس کا حق دلوائے مثلاً ایک ہونہار اور ذہین بچہ جو آج آئن سٹائن (جو ایک مشہور غیر ملکی سائنسدان ہے) جیسا دماغ رکھتا ہے یا ہمارے ڈاکٹر عبدالسلام جیسا دماغ رکھتا ہے مگر ایک غریب گھرانہ میں پیدا ہو جاتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ بعض غریب گھرانوں میں بڑے ذہین بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کالج کے زمانہ میں بھی ایسے طالب علموں کی جہاں تک ہم سے ہو سکا جہاں تک ہمارے بس میں تھا ہم مدد کیا کرتے تھے اور اب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اگر کوئی ایسا ہونہار طالب علم میرے عِلم میں آ جائے تو میں اسے کہہ دیا کرتا ہوں کہ تم علم میں ترقی کرتے چلے جاؤ۔ غیر ملک میں بھی تمہیں بھجوائیں گے۔ تمہارا ذہن زیادہ سے زیادہ جو تعلیم حاصل کر سکتا ہے وہ تمہیں دلوائیں گے یہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قائم کر دیا ہے۔

ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی جسمانی قوتیں عطا کی ہیں کہ وہ ان قوتوں کی صحیح نشوونما کے بعد گاماں پہلوان (مشہور پہلوان ہے) کو بھی گرا دے مگر وہ ایک ایسے غریب

گھرانہ میں پیدا ہوا جہاں نہ تو اسے وہ دودھ ملے نہ وہ مکھن نہ وہ بادام ملیں نہ وہ دیگر چیزیں جو پہلوان کھاتے ہیں وہ اس کو میسر ہوں، نہ مالش کے لئے تیل ملے نہ مالش کرنے والے اس کو ملیں تو اس کا جسم نشوونما نہیں کرے گا۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے اس کو جو جسمانی قوت عطا کی ہے۔ اس کی جسمانی قوتوں کو کمال تک پہنچاؤ دیکھو ایسا آدمی جو یہ سمجھ رہا ہو کہ میرا رب کتنا پیار کرنے والا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ پر کتنا احسان ہے کہ میرے جسم کی ہر ضرورت جو تھی اس کو بطور حق کے قائم کیا اور دلوایا۔ غرض وہ گاماں پہلوان بھی بنے گا اور خدا رسیدہ انسان بھی ہوگا یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے لئے شکر کے جذبات ہونگے تو وہ خدا رسیدہ انسان بھی ہوگا وہ محض ایک پہلوان نہیں ہوگا۔

پس اسلام نے صرف یہ نہیں کہا کہ تمہاری ضرورتیں پوری کریں گے اور پھر وہ خاموش ہوگیا۔ اسلام نے یہ کہا ہے کہ جو بھی تمہاری طاقتیں ہیں۔ ان کو نشوونما کے کمال تک پہنچانے کے لئے ہم تمہارے حقوق قائم کرتے ہیں۔ فقیر اور بھیک منگا نہیں بنایا بلکہ فرمایا کہ تمہارے حقوق قائم کرتے ہیں اور تمہیں یہ حقوق دلوائیں گے اور حقوق کی تعریف یہ کی کہ جہاں ہمیں واقعی کوئی قوت اور استعداد نظر آتی ہے (بعض دفعہ تو ماں ایک بدصورت بچے کو بھی خوبصورت سمجھتی ہے اس کی میں بات نہیں کر رہا) ایک خوش قسمت انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واقعی اچھا ذہن عطا کیا ہے یا جسمانی طاقتیں دی ہیں یا اخلاقی طاقتیں دی ہیں۔ وہ ساری طاقتیں کمال نشوونما تک پہنچنی چاہئیں۔ ان کی حقیقی اور کامل نشوونما ہونی چاہیئے۔

غرض یہ احسانِ عظیم انسانیت پر بحیثیت انسان کے ہے یہ نہیں کہا کہ اگر ہندو ہو تو اس کی طاقتوں کو ضائع کرنے کی کوشش کرو یہ نہیں کہا کہ اگر ایک عیسائی ہو تو اس کی طاقتوں پر تبر چلاؤ یہ نہیں کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے والا دہریہ ہو تو اس کی کچھ پرواہ نہ کرو بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ فرمایا کہ دیکھو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود گرفت کرے گا۔ اگر وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتا تمہیں اس کی کیا فکر ہے۔ تم نے بحیثیت انسان وہ سارے حقوق قائم کرنے اور ادا کرنے ہیں جو اسلام نے ایک انسان کے بحیثیت انسان قائم

کئے ہیں اور جن کے ادا کرنے کی اس نے تعلیم دی ہے۔

پس انسان کے حقوق کو قائم کیا ہے (مسلمان کے حقوق کی میں بات نہیں کر رہا) انسانی حقوق کو قائم کیا اور ایسی تعلیم دی کہ وہ حقوق ادا ہوسکیں اور ایسا نظام بنایا کہ اس نظام میں وہ حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔ غرض عظیم احسان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی نوع انسان پر بحیثیت انسان۔

تیسرے انسانی جذبات کا بحیثیت انسان احترام رکھا ہے اس کی میں پہلے مثال بیان کر چکا ہوں۔ انسانی جذبات کے احترام کا یہ پہلو بھی تفصیلی ہے اس میں میں نہیں جاؤں گا مختصراً بیان کر دیتا ہوں۔ اگر کسی پر جھوٹ باندھا جائے تو علاوہ اور نقصانات کے اس کے جذبات کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے چنانچہ فرمایا کہ کسی پر جھوٹ نہیں باندھنا خواہ وہ دہریہ ہو، عیسائی ہو، یہودی ہو، ہندو ہو، پارسی ہو، بدھ مذہب کا ہو، کوئی ہو، لامذہب ہو یا بد مذہب ہو، غرض کوئی ہو تم نے اس پر جھوٹ نہیں باندھنا، افتراء نہیں کرنا، تہمت نہیں لگانی یہ ساری چیزیں علاوہ اور خرابیوں کے جذبات کو ٹھیس لگانے والی ہیں کوئی بھی ہو اس کے جذبات کا احترام کرنا ہے یہاں تک کہ اس کے اموال جو ہیں ان کی حرمت کو قائم کرنا ہے اس کی عزت کو قائم کرنا ہے۔ اس کی جان کی حفاظت کرنی ہے۔ یہ بحیثیت انسان ہونے کے ضروری ہے یہ نہیں کہا کہ ایک مسلمان کی جان کی حفاظت تو ہر دوسرے مسلمان پر فرض ہے لیکن غیر مسلم کی جان کی حفاظت فرض نہیں ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ ہم جان کی حرمت قائم کرتے ہیں اور اسکی حفاظت کی ذمہ داری امت مسلمہ پر ڈالدی اور اس میں عربی پر عجمی کو فضیلت نہیں اور عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں اور مسلمان پر غیر مسلم کو فضیلت نہیں اور غیر مسلم پر مسلمان کو کوئی فضیلت نہیں سب کو جذبات کے لحاظ سے ایک ہی مقام پر کھڑا کر دیا ہے اور یہ بڑی چیز ہے۔ اس واسطے بات کرتے وقت بڑی ہدایتیں دی گئی ہیں ہم بعض دفعہ بڑی لاپرواہی کر جاتے ہیں اور اپنے بھائی سے ایسا مذاق کر دیتے ہیں جو اسکو چبھنے والا ہوتا ہے ایسا کرنا منع ہے یہ بات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنتی ہے پس انسان کے اوپر اس کے جذبات کا اتنا خیال رکھنے کی وجہ سے کتنا بڑا احسان کیا گیا ہے۔

اور چوتھی بات جو اس وقت میں مختصراً بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک تو انسانی

جذبات کا خیال رکھا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو جذبات شنیعہ بعض لوگوں میں پیدا ہو جاتے ہیں ان کی یلغار سے انسان کو محفوظ رکھا۔ یہ ایک بات ہے جو اپنی جگہ پر ہے (اور بہت ساری باتیں ہیں لیکن میں اختصار کے پیش نظر بہت سی باتوں کو چھوڑتا ہوں کافی دیر ہوگئی ہے) اور ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انسانیت زندہ باد کا نعرہ بھی عارفانہ طور پر ہمارے سوا اور کوئی نہیں لگا سکتا۔ جو شخص حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محسنانہ شان کی معرفت رکھتا ہو وہی کھڑے ہو کر دوسرے انسان کو مخاطب کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ انسانیت زندہ باد۔ پس ان دو نعروں کی طرف میں جماعت احمدیہ کو متوجہ کرتا ہوں اشترا کیت کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ انسانیت زندہ باد کا نعرہ لگائے اور نہ کسی اور ازم کا یہ حق ہے صرف اسلام کا یہ حق ہے صرف مسلمان کا یہ حق ہے۔ مسلمانوں میں دو گروہ ہو سکتے ہیں یہ ممکن ہے۔ یعنی ایک وہ جن کے منہ سے عارفانہ طور پر یہ نعرہ نکلے اور ایک وہ جن کے منہ سے مجوبانہ طور پر یہ نعرہ نکلے لیکن یہ نعرہ لگانے کا وہی حق دار ہے جس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو مضبوطی سے پکڑا اور آپ کی محبت میں فنا ہو گیا چونکہ آپ انسانیت کے محسنِ اعظم ہیں۔ اس واسطے اس شخص کا یہ حق ہے کہ وہ دوسرے انسان کو مخاطب ہو کر یہ کہے کہ اے انسان! تیری انسانیت ہمیشہ زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں غیر انسانی یلغاروں سے وہ محفوظ رہے۔

پس یہ دو نعرے ہمارے نعرے ہیں۔ ختم المرسلین زندہ باد کا نعرہ یا خاتم الانبیاء زندہ باد کا نعرہ یا ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ احمدیت کا نعرہ ہے اور ہم ہی اسے عارفانہ طور پر بلند کر سکتے ہیں اور اسی طرح انسانیت زندہ باد کا نعرہ ہمارا نعرہ ہے اور ہم جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام اور آپ کے مقام کے پہچاننے والے اور اس مقام کے نتیجہ میں اور انسانیت پر آپ نے جو احسان کیا ہے اس کے عرفان کی وجہ سے ہم اس بات کے سزاوار ہیں کہ انسان کو مخاطب کر کے یہ نعرہ لگائیں کہ

انسانیت زندہ باد

دوسرے بھی یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ ہم اسے سن کر خوش ہوں گے لیکن ہمارے نزدیک ان کے نعرے مجوبانہ نعرے ہوں گے۔ ان کے نعرے عارفانہ نعرے نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عرفان پر ہمیشہ قائم رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ یہ توفیق دے کہ ہم دنیا پر یہ ثابت کرتے رہیں کہ ہم اس بات کے حقدار ہیں کہ

خاتم الانبیاء زندہ باد

کا نعرہ لگائیں اور ہم ہی اس بات کے حق دار ہیں کہ

انسانیت زندہ باد

کا نعرہ لگائیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۹ مارچ ۱۹۷۰ء صفحہ ۱ تا ۶)

❋❋❋